ڈاکٹر محمد امجد عابد

لیکچرر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

ڈاکٹر عاشق حسین

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ تعلیم، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

عاطف منظور

ریسرچ سکالر (ایم فل۔اردو) یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

سجاد باقر رضوی کی تنقید کے اساسی پہلو

Dr. Muhammad Amjad Abid
Lecturer, Department of Urdu, University of Education, Lahore
Dr. Ashiq Hussain
Associate Professor, Department of Education, University of Education, Lahore
Atif Manzoor
Reseach Scholar (Mphil Urdu) University of Education, Lahore

Basic Aspects of Sajjad Baqir Rizvi's criticism

Sajjad Baqir Rizvi is renowned researcher, critic and poet of Urdu Literature. He has analyzed literature not as a genre but as a whole. He emphasized on civilization, creativity, tradition and experience in his criticism. After reading Sajjad Baqir Rizvi's criticism a sense of curiosity is generated that instead of laying the foundation of his criticism on the ideas and concepts of others, he has illuminated his own ideological principles. In this article the basic principles of Sajjad Baqir Rizvi's criticism have been identified through which the understanding of critical theory and insight can be developed.

Keywords: *Principles, Civilization, Criticism, Experience, Society*

اُردو تنقید میں سجاد باقر رضوی (۱۹۲۸ء۔ ۱۹۹۲ء) کا نام بیسویں صدی کے نصف ثانی کے اہم نقادوں کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ انھوں نے دیگر اہم نقادوں کی طرح خود کو کسی ایک تنقیدی دبستان سے منسلک نہیں رکھا بلکہ اپنی تنقید میں نفسیات، عمرانیات، فلسفہ اور جمالیات تمام سماجی علوم سے استفادہ کیا ہے اور ادب کو کسی ایک دبستان سے وابستہ کرنے کے بجائے اس کی کلیت میں رکھ کر دیکھا ہے۔

سجاد باقر رضوی کا پہلا مجموعۂ تنقید ''تہذیب و تخلیق'' کے نام سے ۱۹۶۶ء میں شایع ہوا۔ یہ کتاب اس اعتبار سے معنوی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں تہذیب کی بنیاد پر بعض ایسے مسائل پر بحث کی گئی ہے جن کا تعلق تخلیق کے داخلی محرکات اور خارجی عوامل سے قائم کر کے برصغیر کے مسلمانوں کی تہذیبی زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں سجاد باقر رضوی نے جدید تنقید کے فرائض متعین کرتے ہوئے جہاں اپنے تنقیدی نظریات اور نظری و عملی تنقید کے اصولوں کو بیان کیا ہے وہاں زندگی میں فن اور فن میں زندگی کی تلاش کے عمل کو ان متضاد اصولوں سے وابستہ کیا ہے جو زندگی اور فن کے تخلیقی اصول کے پس منظر میں کار فرما ہوتے ہیں اور جن کا مشترکہ عمل زندگی اور فن دونوں کو تخلیقی معنویت بخشتا ہے۔ انھوں نے ان متضاد اصولوں کو مادری پدری اصولوں کا نام دیا ہے۔ غور کیا جائے تو ان کی تنقید میں مادری پدری اصول ہی وہ بنیادی نقطہ ہیں جس کو ذہن میں رکھ کر ان کے تنقیدی نظام اور تنقیدی بصیرت کی تفہیم آسانی سے ہو سکتی ہے۔ مادری پدری اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے سجاد باقر رضوی لکھتے ہیں:

> ''یہ دونوں اصول ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس لیے ایک دوسرے کے خلاف عمل اور ردعمل کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب یہ ایک ترکیب کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں یا یوں کہیے کہ مشترک طور پر عمل کرتے ہیں تو تخلیق کی نئی نئی صورتیں بنتی ہیں۔ اس طرح ان اصولوں کے تضاد و اشتراک سے مختلف تجزیاتی و ترکیبی عوامل رونما ہوتے ہیں۔ میں مختلف النوع تہذیبی صورتوں کو اِن دو اصولوں کے ترکیبی عمل کا حاصل تصور کرتا ہوں۔'' (۱)

سجاد باقر رضوی تنظیمی اور تخلیقی اصولوں کی کلّیت پر اصرار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہمارے معاشرتی بنجر پن کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں تنظیم پر تو زور دیا جاتا ہے لیکن تخلیق کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ تنظیم اور تخلیق کو باہم مربوط کر کے ہی ایک خوبصورت معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

سجاد باقر رضوی کے تنقیدی دائرہ فکر میں تہذیب کے جو خدوخال متعین ہوئے، ان میں تہذیب نہ صرف بجائے خود ایک تخلیقی عمل قرار پاتی ہے بلکہ تخلیق کا ذریعہ بھی ہے۔ انھوں نے تہذیب کی تخلیق اور اس کے اثرات کو آسمانی اور زمینی رشتوں کے اختلاط و ارتباط سے مشروط کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک رشتے کی

مجرّد صورت تہذیب کو جنم نہیں دیتی بلکہ دونوں کی یک جائی اور امتزاج ہی سے ایک متحرک تہذیب وجود میں آتی ہے۔ تہذیب و تخلیق کے دیباچہ نگار ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں:

> ''تہذیب و تخلیق اپنے عہد کی ایک ایسی دستاویز ہے جس میں پہلی بار سنجیدگی سے اس عہد کے ان مسائل کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا تعلق ہماری تخلیقی و تہذیبی زندگی کے ماضی اور حال سے پیوست ہے۔ انھیں مسائل کی روشنی میں ہماری قومی تہذیب اور طرزِ احساس متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قومی تہذیب کے اجزائے ترکیبی یا اس کے مزاج کی تشکیل کرنے والے عوامل کی ایک واضح صورت قائم کرکے برصغیر پاک و ہند میں پیدا ہونے والے اُردو ادب کا جائزہ لیا گیا ہے۔'' (۲)

سجاد باقر رضوی کی تنقید میں تہذیب کے بعد جس چیز پر سب سے زیادہ زور ملتا ہے وہ روایت اور تجربہ ہے۔ ان کے یہاں روایت اور تجربہ ان تہذیبی علامتوں کے ساتھ مربوط ہو کر سامنے آتا ہے جنھیں وہ زندگی کی تشکیل کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں۔ سجاد باقر رضوی کے نزدیک روایت دراصل کسی قوم کے ماضی کے اعلیٰ تجربات ہوتے ہیں جن پر تہذیب کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ ان کے خیال میں تجربے کی تنظیم ضروری ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ماضی سے رابطہ اور شناخت قائم کرتے ہوئے تخلیق کو محض روایتی اور تقلیدی نہیں بننا چاہیے اور نہ ہی تخلیق کو ماضی کے اعلیٰ تجربات اور روایات سے الگ کر دینا مناسب ہے۔ سجاد باقر رضوی کے نظامِ فکر اور روایت اور تجربے کی جو صورت بنتی ہے وہ ایلیٹ کے تصورات سے ہم آہنگ ہے۔ تہذیب، روایت اور تجربے کے بعد ہم سجاد باقر رضوی کی تنقیدی فکر کے جس منطقے میں داخل ہوتے ہیں وہاں زندگی اور فن کے ارتباط سے تنقید کا ایک اہم زاویہ نمایاں ہوتا ہے۔ ان کی تنقید کا اصل اصول یہی زاویہ ہے جس میں وہ زندگی کو فن کے معیار سے ناپتے اور فن کو زندگی کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں زندگی اور فن کے اشتراک یا وحدت سے تخلیقی عمل قرار پاتا ہے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرکے ہم تخلیق کا وجود خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ زندگی اور فن یا ادب کے باہمی رشتے کو سمجھنے کے لیے سجاد باقر رضوی کا مضمون ''ادب اور زندگی کا رشتہ'' ہماری راہنمائی کرتا ہے جس میں انھوں نے ادب اور زندگی کے باہمی تعلق کی وضاحت میں بعض بنیادی سوالات اٹھائے ہیں۔ ان کے خیال میں ادب کی تخلیق میں زندگی کے کردار اور زندگی پر ادب کے اثرات، ادبی تخلیق کے لیے محرکات و موضوعات کی فراہمی میں زندگی کے کردار اور معاشرے کے طرز احساس کی تربیت میں ادب کے کردار، ادب کی تخلیق پر معاشی، معاشرتی

اور سیاسی حالات کے اثرات اور معاشرے کے افراد کی جذباتی تنظیم اور تزکیہ نفس کے لیے ادب کے طریق کار کے حاصلات یہ ہیں کہ ادب اور فن کو زندگی پر فوقیت حاصل ہے۔ اس لیے کہ زندگی کو نکھارنے اور اسے اعلیٰ سطحوں پر لے جانے کا کام ادب ہی سر انجام دیتا ہے۔ سجاد باقر رضوی ادب اور زندگی کے باہمی تعلق میں لفظ کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک لفظ اپنے معنی سے آشنا ہو کر زندگی اور اس سے پیدا شدہ تخلیقی رویوں کو ادب سے مربوط کر دیتا ہے۔ سجاد باقر رضوی کے خیال میں:

> "لفظوں میں قوت اور توانائی زندگی سے آتی ہے۔ مگر اس زندگی سے جس میں خود قوت اور توانائی ہو۔ زندگی بخش زندگی ہوتی ہے اور زندگی بخش الفاظ زندگی کے قدری رویوں کے نمائندے۔ بے قدر اور زوال آمادہ زندگی میں لفظ اپنے معنی اور تاثیر کھونے لگتے ہیں۔"(۳)

سجاد باقر رضوی کے نزدیک ایک روح پرور اور تخلیقی معاشرہ زندگی بخش اور زندہ لفظوں سے وجود میں آتا ہے۔ صداقت، نیکی اور حسن کی اقدار نعروں کی صورت میں بلند بانگ لفظوں میں ادا ہونے کے بجائے انسانی عمل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہی وہ صورت ہے جس میں معنی خود لفظ بن جاتے ہیں اور یہی لفظ "زندہ لفظ" ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس غیر تخلیقی معاشرے میں قول و عمل کا تضاد لفظوں کو بے روح اور عمل کو بے جہت بنا دیتا ہے۔ سجاد باقر رضوی لفظ کے ایک دوسرے پہلو کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں لفظ محض لغت میں دیے ہوئے معنی کی نمائندگی نہیں کرتے۔ وہ بولنے والے افراد کی شخصیت، ان کی زندگی کی معنویت، ان کے کردار کی ساخت، ان کی ذہنی الجھنوں اور زندگی کے رویوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ لفظ تاثیر سے عاری ہوں تو وہ یا تو مقاصد، کردار اور معنویت کی پستی کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا پھر بولنے اور لکھنے والوں میں ایمان اور ایقان کی کمی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

سجاد باقر رضوی نے جدید تنقید کے جو اصول پیش کیے ہیں اُن کی روشنی میں ہم ان کی تنقید کے دائرہ کار کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اُن کے بارے میں عام نقادوں کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے بہت کم لکھا ہے۔ لیکن ان کی تنقید کے مرکزی فکری نظام سے مربوط ہو کر جو تحریریں سامنے آئی ہیں ان کے حوالے سے یہ کہنا درست نہیں کہ انھوں نے بہت کم لکھا ہے۔ سجاد باقر رضوی نے مختلف تنقیدی موضوعات پر کئی ایک کتابیں ترتیب دی ہیں۔ تہذیب و تخلیق کے علاوہ ان کی دیگر کتابوں میں مغرب کے تنقیدی اصول(۱۹۶۶ء)، وضاحتیں (۱۹۸۸ء)،

معروضات (۱۹۸۸ء)، باتیں(۱۹۸۸ء) اور علامہ اقبال اور عرضِ حال(۱۹۹۴ء) شامل ہیں۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو سجاد باقر رضوی کے قلم سے لکھے گئے تنقیدی مضامین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کے غیر مدوّن تنقیدی مضامین بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ سجاد باقر رضوی نے اپنے وسیع مطالعے کی مدد سے نہ صرف مغرب کے علمی و ادبی منظر نامے کو اپنی گرفت میں لیا بلکہ مشرق کے ادبی و تہذیبی رویّوں کی اتھاہ تک پہنچ کر ان کے بارے میں ایک خاص نقطہ نظر اور واضح تصور بھی قائم کیا۔ بلکہ سجاد باقر رضوی کے اپنے الفاظ میں مروجہ علوم اور تخلیقی فنون سے پوری آشنائی اس لیے بھی ضروری ہے کہ "علوم سے بے نیازی برت کر تخلیقی فنون انتشار، لا معنویت اور سستی جذباتیت کی گرفت میں آجاتے ہیں۔ جب علوم اور فنون کے درمیان رابطہ قائم نہ رہے تو علم پھپھوند اور فن جھاگ بن جاتا ہے اور وہ معنویت جو علم، فن اور زندگی کی مثلث سے پیدا ہوتی ہے، ختم ہو جاتی ہے۔"(۴)

سجاد باقر رضوی کی تنقید نظری مسائل اور موضوعات کا احاطہ بھی کرتی ہے اور ادبی رویوں اور شخصی میلانات کے بارے میں ان کے نقطہ نظر سے ہمیں آگاہی بھی دیتی ہے۔ ان کی تنقید کے یہ مختلف انداز توضیحی اور تفہیمی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر عارف ثاقب "وہ تو بس "وضاحتیں" کرتے ہیں، "معروضات" پیش کرتے ہیں اور "باتیں" کرتے ہیں۔ البتہ تخلیقی فن پاروں کی تحسین کرتے ہوئے اُن کے یہاں معیارات ہی اصل معیار بنتے ہیں۔ وہ معیارات جن کا تقاضا وہ ادب سے کرتے ہیں۔ اپنی عملی تنقید میں وہ صرف تخلیق کے موضوع تک محدود نہیں رہتے بلکہ اصناف کے تاریخی اور تہذیبی پس منظر، تخلیق کار کے ذاتی ماحول، اس کے رویّوں، رجحانات، زبان کے مختلف سانچوں، علامتوں، تمثالوں اور لفظوں کے ذریعے اس کے تخلیقی عمل کی تہہ تک پہنچتے ہیں۔"(۵)

سجاد باقر رضوی کی تنقید کے مطالعے سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ انھوں نے دوسروں کے نظریات و تصورات پر اپنی تنقید کی بنیاد رکھنے کے بجائے اپنے نظریاتی اصول خود وضع کیے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انھوں نے روایتی شعورِ تنقید کو مسترد کر کے نئے تنقیدی تجربات کی بنیاد رکھی۔ روایت اور تجربے کی دُوئی کے وہ نہ تخلیق میں قائل ہیں اور نہ تنقید میں۔ البتہ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہر تخلیق کار کی قدر و قیمت کا تعین تنقید کے ایک جیسے پیمانوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے یہاں ہر نئے دور کی تخلیق روایتی شعورِ تنقید میں تبدیلی کا تقاضا کرتی ہے۔ ان کے نزدیک بڑی شاعری کو پرکھنے کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ وہ اپنی تنقید کے لیے روایتی معیارِ تنقید کو ویسے کا ویسا

قبول نہیں کرتی بلکہ اس میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کرنا پڑتی ہے۔ پرانے اصولوں اور پرانے معیارِ ذوق سے نئے شاعر کی شاعرانہ قدر کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ چناں چہ اس تناظر میں ان کے یہاں ایک نظام ابھرتا ہوا نظر آتا ہے جس کے موجد وہ خود ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر، ''تہذیب و تخلیق'' اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص:ب

۲۔ تبسّم کاشمیری، ڈاکٹر، دیباچہ: تہذیب و تخلیق، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص:ہ

۳۔ سجاد باقر رضوی، ''ڈاکٹر، الفاظ کی توانائی اور غالب''مشمولہ''معروضات'' لاہور، پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص۵۶

۴۔ سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر، ''تہذیب و تخلیق''اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص:ا

۵۔ عارف ثاقب، ''ڈاکٹر، سجاد باقر رضوی کی ادبی خدمات'' مشمولہ ''غالب نما''، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص۳۷۱